فہد چارن*

فرہنگِ آصفیہ: ایک اجمالی جائزہ

Farhang-e-Asfiya: A Brief Critical Review

Abstract: *Farhang-e-Asifiya is the first comprehensive and authoritative Urdu dictionary, compiled by Molvi Syed Ahmad Dehlvi in 1878. A milestone in Urdu lexicography, it blends traditional linguistic methods with emerging 19th-century principles. Initially serialized under titles like Armughan-e-Dehli, it was consolidated into four volumes (1892–1901).*

Despite challenges, including manuscript loss in 1912, it was revived under the Nizam of Hyderabad. Later editions were published by the Urdu Science Board (1977), National Bureau of Urdu (1987), Wasi Khokhar (2015), followed by a digital (2017) and online edition (2022).

The dictionary traces word origins, morphology, pronunciation, idioms, and proverbs, drawing from Arabic, Persian, Sanskrit, and Hindustani. It reflects both Eastern and Western lexicographic influences.

While some criticize it for omissions and colloquial inclusions, Farhang-e-Asifiya remains a foundational work in Urdu linguistics, shaping modern lexicography and guiding future research.

Keywords: *Farhang-e-Asifiya, Urdu Lexicography, Syed Ahmad Dehlvi, Historical Dictionary, Urdu Linguistics, Morphology, Etymology, Lexical Development.*

تلخیص: فرہنگِ آصفیہ اردو زبان کی پہلی جامع اور مستند لغت ہے، جسے مولوی سید احمد دہلوی نے 1878 میں مرتب کرنا شروع کیا۔ یہ اردو لغت نویسی کی تاریخ میں ایک اہم سنگِ میل ہے، جو روایتی لسانی طریقوں اور انیسویں صدی کے جدید اصولوں کا امتزاج پیش کرتی ہے۔ ابتدا میں یہ ارمغانِ دہلی جیسے مختلف عنوانات سے شائع ہوئی، اور بعد ازاں 1892 سے 1901 کے دوران چار جلدوں میں مکمل کی گئی۔

اشاعت اور حفاظت کے دوران کئی مشکلات پیش آئیں، جن میں 1912 میں مسودات کا جزوی ضیاع بھی شامل ہے، مگر نظامِ حیدر آباد کی سرپرستی میں اسے دوبارہ زندہ کیا گیا۔ بعد میں اردو سائنس بورڈ (1977)، قومی بیورو برائے اردو (1987)، اور وسی کھوکھر (2015) نے اس کے نظرِ ثانی شدہ اور کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن شائع کیے، جب کہ 2017 میں ڈیجیٹل اور 2022 میں آن لائن ایڈیشن بھی جاری ہوئے۔

یہ لغت الفاظ کی اصل، ساخت، تلفظ، محاورات اور ضرب الامثال کی وضاحت کرتی ہے، اور عربی، فارسی، سنسکرت اور ہندوی ماخذ سے استفادہ کرتی ہے۔ اس میں مشرقی و مغربی لغوی اثرات کا حسین امتزاج موجود ہے۔

اگرچہ بعض ناقدین نے اس میں بعض الفاظ کی کمی یا صرف شعری و محاوراتی زبان کے استعمال پر تنقید کی، لیکن فرہنگِ آصفیہ آج بھی اردو لسانیات کی بنیاد اور جدید لغت نویسی کی رہنما تسلیم کی جاتی ہے۔

کلیدی الفاظ: فرہنگِ آصفیہ، اردو لغت نگاری، سید احمد دہلوی، تاریخی لغت، اردو لسانیات، صرف و نحو، اشتقاقیات، لغوی ارتقاء۔

فرہنگِ آصفیہ اردو کی پہلی جامع مبسوط اور مستند لغت جانی جاتی ہے[1]۔ اس تالیف کی وجہ سے سید احمد دہلوی کا شمار اردو زبان کے

*پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، جامعہ کراچی، کراچی۔

ISSN NO. 1818-9296

محسنوں میں ہوتا ہے۔ سید احمد دہلوی نے فرہنگ آصفیہ کو ابتداء میں ارمغانِ دہلی کے نام سے ۱۸۷۸ء میں مرتب کرنا شروع کیا۔ "لیکن وسائل کی کمی کی وجہ سے اس کا خلاصہ کیا گیا۔ اور اس کے کچھ حصے ہندوستانی اردو لغت کے نام سے ۳۹ رسائل کی صورت میں ماہ وار شائع ہوئے[۲]۔" فرہنگِ آصفیہ کو مختلف ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ مثلاً " اردو لغات، ارمغان دہلی، مصطلحات اردو، ہندوستانی اردو لغت، مجموعہ لغات اردو حتیٰ کہ سید اللغات بھی کہا گیا ہے۔ فرہنگ آصفیہ پہلے ارمغانِ دہلی کے نام سے چھپی تھی۔ ارمغانِ دہلی کا پہلا حصہ ۱۸۷۸ء میں چھپا۔ اس کے پہلے حصے میں الف ممدودہ سے شروع ہونے والے الفاظ و مرکبات ہیں۔ اور چند صفحات میں الف مقصورہ کا تعارف ہے۔ یہ پہلا حصہ ارمغانِ دہلی کے نام سے چھپا باقی حصے (کم از کم اس نام سے نہیں) آئے۔ اس کے بعد فرہنگ آصفیہ ہندوستانی اردو لغات کے نام سے رسالوں میں چھپتی رہی۔ بقول سید احمد دہلوی کے انھوں نے ارمغان کا خلاصہ ہندوستانی اردو لغات کے نام سے کیا ۔ ہندوستانی اردو لغات کی ایک قسط کے سرورق کا عکس اردو سائنس بورڈ کے شائع کردہ فرہنگِ آصفیہ کے ایڈیشن (۱۹۷۷ء) میں بھی شامل ہے۔ یہ عکس دراصل لغت کی آٹھویں مہانہ قسط کا ہے۔ جس پر آٹھواں نمبر درج ہے۔ اور جون ۱۸۸۳ء کی تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ صفحات کا نمبر ۲۰۰۔۱۷۷ بھی درج ہے[۳]۔ ۱۸۸۸ء میں تاج دارِ دکن محمد مظہر الدین خاں نے تمام رسائل کا بغور مطالعہ کیا اور اس وقت تک شائع ہونے والے تمام نمبروں کی خریداری منظور فرمائی۔ اور اس لغت کا نام نظامِ دکن کے خطاب اور تخلص کی مناسبت سے فرہنگِ آصفیہ رکھا گیا[۴]۔ "قسط وار چھپے ہوئے رسالوں کو جلد اول اور جلد دوم میں تقسیم کیا گیا، اس کی تدوین ۱۸۹۲ء میں مکمل ہوئی، اس کی تیسری جلد باقاعدہ بڑی تقطیع میں ۱۸۹۸ء اور چوتھی جلد ۱۹۰۱ء میں شایع ہوئی[۵]۔" اب مسئلہ یہ درپیش آیا کہ پہلی اور دوسری جلد معمولی نوعیت کی تقطیع پر شایع کی گئی تھیں۔ اس لیے تمام چاروں جلدوں کو ہم تقطیع کے خیال سے از سرِ نو طباعت کا کام مختلف کاتبوں اور مطبع خانوں کے ذریعے لاہور میں شروع کیا گیا۔ اس لیے سید احمد دہلوی صاحب نے لاہور :ہی کو اپنا مسکن بنالیا تا کہ وہ باآسانی طبع شدہ کاپیوں کی پروف خوانی کر سکیں۔ تین جلدیں چھپ چکیں تھیں اور ان کی طبع شدہ کاپیاں لاہور سے لا کر دہلی میں (سید احمد دہلوی کے ذاتی کتب خانے میں) رکھی گئیں۔ ابھی چوتھی جلد زیرِ طبع تھی کہ ۸ فروری ۱۹۱۲ء میں سید احمد دہلوی کے گھر میں آگ لگی جس سے کتب خانے میں رکھی دیگر کتب کے ساتھ لغت کی کاپیاں بھی جل کر خاکستر ہو گئیں۔ بعد ازاں نظام دکن کے نواب میر عثمان علی خاں نے اس لغت کی سرپرستی قبول کی اور ان کی بدولت اس کی چاروں جلدیں ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۸ء کے درمیانی عرصے میں ایک بار پھر شائع کی گئیں۔ دکن کے حاکموں کی شروع سے ہی علم و ادب اور اردو زبان کی ترقی اور فروغ میں جو خدمات ہیں ان کا اعتراف نہ کرنا ستم ہو گا[۶]۔" اگر نظام دکن اعانت نہ کرتے توشاید فرہنگِ آصفیہ اتنی جلدی مکمل نہ ہوتی اور چھپ نہ پاتی۔

فرہنگ آصفیہ کا ایک ایڈیشن اردو سائنس بورڈ نے چار جلدوں میں ۱۹۷۷ء میں شائع کیا۔ البتہ اردو سائنس بورڈ نے بعض قابل اعتراض الفاظ و عبارات (مثلاً کشمیری، رافضی، گجر اور میواتی وغیرہ کو تشریح میں سے) حذف کر دیا۔ ۱۹۷۴ء میں ترقی اردو بیورو ہندوستان

نے اس کا ایک ایڈیشن شائع کیا۔ اسی ایڈیشن کو بورڈ نے دوبارہ ۱۹۸۷ء میں چھاپا۔ فرہنگِ آصفیہ کا ایک ایڈیشن قومی کونسل برائے فروغ اردو (دہلی) نے بھی شائع کیا ہے۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن نے فرہنگ آصفیہ کو دو حصوں میں شائع کیا ہے۔ وصی اللہ کھوکھر صاحب نے ۲۰۱۵ء میں فرہنگِ آصفیہ کو مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ فرہنگِ آصفیہ کو کھوکھر صاحب نے اس طرح مرتب کیا ہے کہ اس کی کچھ کتابت کی غلطیاں درست کر دیں اور اس کے متن سے غائب کیے گئے اندراجات بھی اصل شکل میں درج کر دیے ہیں[۷]۔ سید یاسر جواد نے فرہنگِ آصفیہ کا کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن ۲۰۱۷ء میں شائع کیا ہے یہ ایڈیشن چار جلدوں پر مشتمل ہے جلد اول "الف" تا "ت" تک، جلد دوم "ٹ" تا "ژ" تک، جلد سوم "س" تا "ک" تک اور جلد چہارم "گ" تا "ی" تک ہے۔ راحیل فاروق صاحب نے ۲۰۲۲ء میں فرہنگِ آصفیہ کو آن لائن کر دیا ہے جس کا برقی پتہ " https://xn--mgbqf7g.com/%D9%81%D8%B1%DB%81%D9%86%DA%AF%" ہے اس ویب گاہ پر اردو کی دوسری اہم کتب بھی مل جائیں گی۔ اس مقالے کی بنیاد سید یاسر جواد کے کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن (۲۰۱۷) پر ہے۔

فرہنگِ آصفیہ: اصول اور خصوصیات

جدید فنِ لغت نویسی کی روشنی میں فرہنگ آصفیہ اردو زبان کی سب سے پہلی جامع مبسوط اور مستند لغت ہے"[۸]۔ "فرہنگِ آصفیہ کی لغوی خصوصیات کا جائزہ لینے سے پہلے لغت نگاری کے خاص اصول جو عام طور پر بتائے جاتے ہیں ان پر نظر ڈالتے ہیں:

۱۔ ہر لفظ کے متعلق یہ بتانا ضروری ہے کہ وہ کب کس طرح کس شکل میں اردو زبان میں رائج ہوا اور معنی میں کیا کیا تغیرات ہوئے، کون سے معنی متروک ہوئے اور کون سے باقی رہے۔
۲۔ کس زبان کا لفظ ہے یعنی اس لفظ نے ابتدا سے لے کر آخر تک کیا کیا تبدیلی اختیار کی[۹]"۔
۳۔ "لفظ کے تاریخی حالات معلوم کرنے کے لیے اصل اشتقاق کا معلوم کرنا بہت ضروری ہے۔
۴۔ لغت میں کس قسم کی ضرورت کے تحت کیسے اندراج کو ترجیح دی گئی ہے۔
۵۔ اندراجی ترتیب کی نوعیت کیا ہے۔
۶۔ نیز اس کا التزام کس حد تک کیا گیا ہے۔
۷۔ مفرد اندراجات کے املا کے بارے میں کیا نقطۂ نظر اختیار کیا گیا ہے۔
۸۔ اور یہ کہ تلفظ کی نشاندہی کی گئی ہے تو توضیحی طریقہ اختیار کیا گیا ہے یا متحد الحرکاتی طریقہ۔
۹۔ یا اندراج کی اصل یا ان کے ماخذِ لسانی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۱۰۔ اور اگر کیا گیا ہے تو کیا لغوی اور اصل معنی بھی دیے گئے ہیں۔

۱۱۔ معنوی وضاحت کے سلسلے میں تشریحی طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے یا مترادفاتی یا دونوں۔

۱۲۔ دیگر ترکیبات، محاورات اور ضرب الامثال وغیرہ کی شمولیت پر کس حد تک توجہ دی گئی ہے"۔

۱۳۔ نیز کیا محاورہ اور استعمال کے فرق کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

مندرجہ بالا وہ اہم سوالات یا نکتے ہیں جو کسی لغت کے جائزہ لینے کے سلسلے میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ مندرجہ بالا تمام اصولوں کا کسی ایک لغت میں اجتماع ممکن نہیں اور وہ بھی اس زمانے میں جس میں اردو لغت نگاری کے اصول وضع بھی نہیں کیے گئے تھے"۔ "فرہنگ آصفیہ کا جب اس نقطہ نظر سے جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ بڑی حد تک سید احمد دہلوی نے اپنی لغت کو ہر پہلو سے جامع بنانے کی کوشش کی ہے۔

اندراجِ لغت کے سلسلے میں فرہنگ آصفیہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ اردو کی پہلی مبسوط لغت ہے اور بعد کی تمام لغات کی تدوین کے لیے اسی لغت کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فرہنگِ آصفیہ کی تدوین سے پہلے اردو میں کئی لغات تدوین ہو چکی تھیں۔ جن کے نمونے سید احمد دہلوی کے پیش نظر رہ چکے تھے اور اس بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ اردو کی قدیم لغت نویسی کے طریقہ کار پر بھی ان کی نظر رہی ہوگی۔ وہ فارسی عربی لغت نویسی کے نظریوں سے بھی واقف رہے ہوں گے۔ انیسویں صدی میں اہلِ یورپ کی لغت نویسی کی وجہ سے اہل ہند بھی مغربی لغت نویسی کے اصولوں سے روشناس ہو چکے تھے۔ خود مولف فرہنگ آصفیہ جناب سید احمد دہلوی ڈاکٹر فیلن کے ساتھ ان کی ہندوستانی انگریزی ڈکشنری کی تدوین کے سلسلے میں سات سال کام کر چکے تھے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی اپنی "فرہنگ آصفیہ" میں لغت نویسی کے جدید نظریات (مثلاً اصل ماخذ کی نشاندہی، بعض الفاظ کی تاریخی سرگزشت، مترادفات کے ساتھ ساتھ متضاد کی شمولیت وغیرہ) بھی کار فرما نظر آتے ہیں۔ اس میں کوئی شک کی بات نہیں کہ سید احمد دہلوی صاحب نے اپنی استطاعت کے لحاظ سے تمام سرمایۂ زبان کو سمیٹنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ لیکن مولف فرہنگ آصفیہ پر یہ الزام بھی لگتا ہے کہ انھوں نے دوسرے بہت سے عام الفاظ کے علاوہ اس لفظی سرمایے کو بھی مکمل طور پر اپنی لغت میں جگہ نہ دی جو نظیر اکبر آبادی نے اپنی شاعری میں استعمال کیا۔ قاضی عبدالودود نے بھی یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ "ہزاروں مفردات و مرکبات طرقِ استعمال جو مستند اہل قلم کے یہاں ملتا ہے وہ فرہنگ آصفیہ میں نہیں۔ اگر کوئی لفظ یا طرقِ استعمال، ولی، فضلی، ناجی، حاتم، سودا، میر درد، میر سوز، قائم، بیدار، اثر، حسرت، میر حسن، مصحفی، انشا، نصیر، ممنون، احسان، ناسخ، آتش، مومن اور غالب کے یہاں ملتے ہیں اور فرہنگ آصفیہ میں نہیں تو یہ مولف کا قصور ہے۔ فرہنگِ آصفیہ میں شعری ترکیبات شامل کی گئی ہیں۔ اور اس سلسلے میں افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے۔ اور ایسی بہت سی شعری ترکیبات کو لغاتی اندراج کی حیثیت دی گئی ہے جو اضافی یا توضیحی ترکیب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مثلاً "عدم" کے ساتھ عدم پیروی، عدم تعمیل

،عدم توجہی، عدم ثبوت، عدم فرصت، عدم مطابقت، عدم موجودگی، عدم واقفیت وغیرہ جیسے اندراجات بھی ملتے ہیں۔ اندراجات کے حوالے سے ایک عام روش یہ بھی سامنے آتی ہے کہ محض مفرادات کو ان کی مفرد شکل میں درجِ لغت کرنے کی بجائے کسی استعمال یا محاورے کی شکل میں شامل لغت کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر سرزد، واقع، ظہور وغیرہ کو ان کی مفرد شکل کے بجائے سرزد ہونا، واقع ہونا، ظہور میں آنا کی شکل میں درج ہیں۔ لیکن انگریزی الفاظ میں اتنا تکلف نہیں برتا گیا۔ اس سے زیادہ بے اصولی کیا ہوگی کہ "اہا" کی دوسری اور اتنی مقبول شکل "آہا" نہ دی جائے۔ لیکن "اسکالرشپ، اسکول، ماسٹر، اسپرٹ (بمعنی جوش، ولولہ، جوہر یہ سب معنی اردو میں نہیں ہیں) اسپیکر بمعنی تقریر کرنے والا (یہ معنی بھی اردو میں نہیں) اسٹوڈنٹ وغیرہ دھڑلے سے درج ہیں۔ اسکالرشپ کی جگہ وظیفہ عرصے سے مستعمل ہے ہو سکتا ہے فرہنگِ آصفیہ کے زمانے میں نہ رہا ہو۔ لیکن اسکول ماسٹر کبھی اردو نہیں مانا گیا۔ اس کے علاوہ ہندی الفاظ بھی خوب درج کیے گئے ہیں۔ فرہنگ آصفیہ کے اندراجات کے حوالے سے بابائے اردو ڈاکٹر عبد الحق کی اس رائے سے بھی صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا کہ "بہت سے الفاظ و محاورات چھوٹ گئے ہیں اور بعض اوقات بے جا طویل نویسی سے کام لیا گیا ہے۔ فحش الفاظ کے جمع کرنے میں خاص اہتمام کیا گیا ہے اور کوئی فحش لفظ یا محاورہ ایسا نہیں ہے جو ان کی نظر سے بچا ہو جو ڈاکٹر فیلن کے فیض کا اثر معلوم ہوتا ہے"۔ مولوی عبد الحق کے علاوہ پروفیسر مسعود حسین خاں اور قاضی عبد الودود نے بھی فحش الفاظ کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن مؤلف فرہنگ آصفیہ کی اس فحش نگاری کی صفائی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان پر فحش الفاظ کے جمع کرنے میں خاص التزام سے کام لینے کا الزام اگر کسی حد تک غلط نہیں ہے۔ تو کم از کم مؤلف لغت کے ساتھ زیادتی ضرور ہے۔

اندراج اور تعین اندراج کے بعد لغت کا دوسرا مرحلہ ترتیبِ اندراج سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی یہ کہ لغت کے مشمولات کو کس ترتیب سے درج کیا گیا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اردو کی تمام جدید لغات میں ترتیب اندراج کے سلسلے میں ہجائی طریقہ کار کو اختیار کیا گیا ہے مگر تھوڑے فرق کے ساتھ۔ اور وہ اس طرح کہ فرہنگ آصفیہ میں تمام اندراجات ہجائی ترتیب میں مفرد شکل میں شامل کیے گئے ہیں ۔یعنی مفرادات، مرکبات، محاورات، ضرب الامثال غرض کے تمام مشمولات کو مفرد اندراج کی حیثیت دے کر الگ الگ سطر میں لکھا گیا ہے۔ مثال کے طور پر "دل" اور اس سے بننے والے تمام مرکبات اور ذیلی اندراجات کو دل کے تحت ہی درج نہ کر کے الگ الگ درج کیا گیا ہے۔

کسی اندراج کی تحریری شکل کو صوتی ترسیل دینے کا عمل تلفظ کہلاتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی اندراج کی تحریری شکل اور صوتی ترسیل میں مطابقت کیوں کر پیدا کی جائے۔ ایک اور دشواری جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ متحد الحروف مگر مختلف الصوت اندراجات کا تلفظ کیسے ظاہر کیا جائے۔ اس طرح تلفظ کے اظہار کے سلسلے میں دو نمایاں مسائل سامنے آتے ہیں۔ ایک یہ کہ لفظ کا صحیح تلفظ کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ کسی لفظ کو بالکل صحیح طریقے پر کیسے ظاہر کیا جائے۔ اس صورت حال میں اگر اردو لغات

کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اردو لغت نویس اردو لغات کے دوسروں حصوں کی طرح تلفظ کے اظہار کے لیے بھی ذاتی صواب دید سے ہی کام لیتے ہیں۔اور یہی وجہ ہے کہ لغاتی اندراج کے تعین کی طرح تلفظ کی نشاندہی کے سلسلے میں بھی کافی عدم یکسانیت پائی جاتی ہے۔ جہاں تک فرہنگ آصفیہ کا تعلق ہے تو اس میں تلفظ کی نشاندہی یا وضاحت کا کوئی باقاعدہ التزام نہیں ملتا۔ اس ضخیم لغت میں مشکل سے ڈیڑھ سو اندراجات کا تلفظ توضیحی شکل میں دیا گیا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ جہاں سید احمد دہلوی صاحب نے اپنی لغت فرہنگ آصفیہ کے دوسرے اجزاء یعنی قواعدی نوعیت اور ادبی حیثیت کے تعین اور معنوی وضاحت پر ضرورت سے زیادہ توجہ دی ہے مگر تلفظ کی نشاندہی پر اتنی توجہ کیوں نہ دے سکے۔اس کی ایک وجہ تو یہ سمجھ میں آتی ہے کہ انھوں نے صرف ان اندراجات کے تلفظ کی نشادہی کی ہے جن کے تلفظ میں کسی قسم کا اختلاف پایا گیا ہے، اور مسلّم تلفظ کو انھوں نے اپنی لغت میں شامل نہیں کیا ہے۔

کسی لغت میں فراہم کردہ دیگر اہم معلومات میں سے اندراج کی اصل اس کے ماخذ کی نشاندہی بھی شامل ہے۔ یعنی یہ کہ کسی اندراجی لفظ کی اصل کیا ہے ؟۔ اس سلسلے میں عام طور پر متعین طریقے اختیار کیے جاتے ہیں مثلاً ۱) اندراج کے ماخذِ لسانی کی طرف علامتی حروف سے اشارہ کر دیا جاتا ہے۔ ۲) یا پھر یہ کہ ماخذِ لسانی کی طرف اشارہ ہی نہ کر کے اندراج کی اصل شکل بھی اس کے لغوی معنی کے ساتھ دی جاتی ہے۔ ۳) جامع اور مبسوط قسم کی لسانیاتی لغات میں دوسرے طریقے سے بھی آگے بڑھ کر اندراج کی اصل شکل اور اس کے لغوی معنی کے ساتھ ساتھ اس کے تمام تصریفی اور اشتقاقی مدارج پر بھی روشنی ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے "[۱۲]۔ جہاں تک فرہنگِ آصفیہ میں اندراج کی اصل یا اس کے ماخذِ لسانی کی نشاندہی کا تعلق ہے فرہنگِ آصفیہ میں اصل کی طرف اشارہ کرنے کے علاوہ جستہ جستہ الفاظ کی ہی اصل شکل دی گئی ہے۔ اس سلسلے میں فرہنگِ آصفیہ پر اعتراضات بھی کیے گئے ہیں۔

کس بھی لغت میں اصل یا ماخذِ لسانی کی نشاندہی سے زیادہ یہ بات اہمیت رکھتی ہے کہ اس کی قواعدی نوعیت اور ان کی ادبی و لسانی حیثیت کی کس حد تک نشاندہی کی گئی ہے "[۱۳]۔ "یہ نہایت ہی نازک کام ہوتا ہے کیونکہ ذراسی بے احتیاطی سے لغت کی تدوین کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی اندراج کی ادبی حیثیت (فصیح، غیر فصیح، عوامی، بازاری) یا اس کی لسانی نوعیت (متروک، قدیم) کے تعین کے بارے میں اختلاف رائے کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ لیکن جہاں تک لفظ کی قواعدی نوعیت کا تعلق ہے اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی روگردانی کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔ علاقائی اختلاف کی بنیاد پر لفظ کی تذکیر و تانیث بھی اختلافی ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کی اسمی، فعلی یا صفتی نوعیت کے تعین کے سلسلے میں کوئی بھی غلطی یا چشم پوشی قابل در گزر قرار نہیں دی جاسکتی۔ بشمول فرہنگِ آصفیہ کے دوسری اردو لغات میں بھی اس قسم کی چشم پوشی کا احساس اسماء کے مقابلے میں صفات کے تعلق سے زیادہ ہوتا ہے۔ یعنی اندراجات کی قواعدی نوعیت کی حتی الامکان صحیح نشاندہی کی گئی ہے۔ جب کہ صفاتی اندراجات کی قواعدی نوعیت کی وضاحت میں کافی تسامح سے کام لیا گیا ہے۔ بہر حال فرہنگِ آصفیہ میں تقریباً تمام اندراجات کی قواعدی نوعیت کی نشاندہی کی گئی ہے۔

لغت میں اندراج لغت کے تلفظ اور ماخذِ لسانی نیز قواعدی اور ادبی حیثیت کی نشاندہی کے بعد اس کے معنی کے تعین اور وضاحت کا مرحلہ آتا ہے۔ لغت کا یہ حصہ بھی بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ کیوں کہ عام طور پر لغت کا استعمال الفاظ و محاورات کے معنی معلوم کرنے کی غرض سے ہی کیا جاتا ہے۔ اس طرح لغت کی خوبی یا خامی کا سب سے زیادہ دارومدار اس کی معنوی وضاحت کے حصے پر ہوتا ہے۔ یہ معنوی وضاحت یا تو اندراج لغت کے مترادف کی شکل میں یا پھر تشریح کی شکل میں کی جاتی ہے۔ لغت کے متعینہ مقاصد کے تحت ہی مترادفاتی یا وضاحتی طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی ایک ہی لغت میں دونوں ہی طریقے بروئے کار لائے جاتے ہیں۔ مترادفات کی شکل میں معنی دیتے وقت ان کے باہمی فرق کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہو جاتا ہے۔ معنی کے ساتھ ساتھ ان کی امثال اور اسناد بھی دی جاتی ہیں اور اگر مثالیں چند مخصوص معنی تک ہی محدود رکھی جاتی ہیں تو اصولی طور پر اس کی وضاحت ضروری ہوتی ہے۔ معنوی وضاحت کے وقت اس بات کا خیال ضروری ہوتا ہے کہ کہیں لغاتی معنی اور محاوراتی معنی گڈمڈ نہ ہو جائیں۔ جہاں تک فرہنگ آصفیہ میں مترادفات کے انتخاب کے بات کی جائے تو اس میں انتخاب کی سلسلے میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ مؤلفِ لغت نے تمام فارسی اور عربی الاصل اندراجات کے معنی کی نشاندہی کرتے وقت ان کے سنسکرت مترادفات دینے کی پوری کوشش کی ہے۔ فرہنگِ آصفیہ میں اندراجات کی معنوی وضاحت کے سلسلے میں یہ بات بھی مشاہدے میں آتی ہے کہ مترادفات کے انتخاب میں یا ان کی وضاحت کے سلسلے میں زیادہ احتیاط سے کام نہیں لیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ "نایاب" جیسے عام لفظ کی معنی نمبر ا کے لیے "کم یاب، نادر اور عمدہ جیسے مترادفات اور "ساخت" کے لیے تصنع تکلف اور فریب جیسے مترادفات دیے گئے ہیں۔ واضح رہے کہ بناوٹ کے لیے تصنع اور تکلف کے ساتھ ساتھ ساخت جیسے مترادفات تو صحیح ہیں مگر ساخت کے لیے بناوٹ، تراش، اور وضع کے ساتھ ساتھ تصنع، تکلف اور فریب جیسے مترادفات کسی طور پر درست نہیں۔ غرض یہ کہ اس لغت میں کہیں کہیں تو اندراجات کی وضاحت کے لیے صفحے کے صفحے بھر دیے گئے ہیں۔ لفظ مجنوں کے بعد مجنوں کا مختصر قصہ ۱۹۲ سطور میں اور دہلی کی کہانی ۶۶ سطور میں بیان کی گئی ہے۔ نستعلیق کے لیے ۶۷ سطور ہیں اور حضرت امیر خسرو کا ذکر ۴۴۰ سطور پر مشتمل ہے۔ لفظ "آئینہ" کی پوری کہانی بیان کرنے کے لیے ۶۲ سطور مخصوص کی گئی ہیں، اور "بکاؤلی" کی کہانی ۴ سطور پر مشتمل ہے"[۱۴]۔

حوالہ جات:

۱۔ خواجہ حسین، *فرہنگِ آصفیہ تنقید کے آئینے میں*، سہ ماہی اردو (شمارہ ۱۰)، کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۶ء، ص ۱۰۵۔

۲۔ بی بی امینہ، *اردو لغت (تاریخی اصولوں پر): تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ*، کراچی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۱۸ء، ص ۵۷۔

۳۔ رؤف پاریکھ، *علمِ لغت، اصولِ لغت اور لغات*، کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۷ء، ص ۱۵۲۔۱۵۶۔

۴۔ بی بی امینہ، محوّلہ بالا، ص ۵۷۔

۵۔ رؤف پاریکھ، محوّلہ بالا، ص ۱۵۸۔

 ISSN NO. 1818-9296

۶۔ بی بی امینہ، محوّلہ بالا، ص ۵۷۔

۷۔ رؤف پاریکھ، محوّلہ بالا، ص ۱۶۲۔

۸۔ خواجہ حسین، محوّلہ بالا، ص ۱۰۵۔

۹۔ زہرہ جعفری، *سید احمد دہلوی: حیات و کارنامے*، نئی دہلی: ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۶ء، ص ۷۸۔۸۷۔

۱۰۔ مسعود ہاشمی، *اردو لغت کا تنقیدی جائزہ*، نئی دہلی: ترقیِ اردو بیورو، ۲۰۰۰ء، ص ۷۱۔۷۲۔

۱۱۔ زہرہ جعفری، محوّلہ بالا، ص ۸۹۔

۱۲۔ مسعود ہاشمی، محوّلہ بالا، ص ۷۳۔

۱۳۔ تفصیلات کے لیے دیکھیں: قاضی عبدالودود، *تبصرہ فرہنگ آصفیہ*، پٹنہ، انڈیا: خدابخش پٹنہ لائبریری، ۱۹۸۸ء، ص ۸۴۔

۱۴۔ مسعود ہاشمی، محوّلہ بالا، ص ۹۱۔۹۸۔

کتابیات:

۱۔ بی بی امینہ، *اردو لغت (تاریخی اصولوں پر): تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ*، کراچی: انجمن ترقیِ اردو، ۲۰۱۸ء۔

۲۔ خواجہ حسین، *فرہنگِ آصفیہ تنقید کے آئینے میں*، سہ ماہی اردو (شمارہ ۱۰)، کراچی: انجمن ترقیِ اردو، ۱۹۶۶ء۔

۳۔ رؤف پاریکھ، *علمِ لغت، اصولِ لغت اور لغات*، کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۷ء۔

۴۔ قاضی عبدالودود، *تبصرہ فرہنگِ آصفیہ*، پٹنہ، انڈیا: خدابخش پٹنہ لائبریری، ۱۹۸۸ء۔

۵۔ مسعود ہاشمی، *اردو لغت کا تنقیدی جائزہ*، نئی دہلی: ترقیِ اردو بیورو، ۲۰۰۰ء۔

۶۔ زہرہ جعفری، *سید احمد دہلوی: حیات و کارنامے*، نئی دہلی: ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۶ء۔

Bibliography:

1. Bibi Amina, Urdu Lughat (Tareekhi Usoolon Par): Tehqeeqi aur Tanqeedi Mutala‘ah, Anjuman Taraqqi Urdu, Karachi, 2018.
2. Khwaja Hussain, Farhang-e-Asifiya Tanqeed ke Aaine Mein, Seh Mahina Urdu (Shumara 10), Anjuman Taraqqi Urdu, Karachi, 1966.
3. Rauf Parekh, Ilm-e-Lughat, Usool-e-Lughat aur Lughaat, Fazli Sons, Karachi, 2017.
4. Qazi Abdul Wadud, Tabsira Farhang-e-Asifiya, Khuda Bakhsh Patna Library, Patna, India, 1988.
5. Masood Hashmi, Urdu Lughat ka Tanqeedi Jaiza, Taraqqi Urdu Bureau, New Delhi, 2000.
6. Zahra Jafri, Syed Ahmad Dehlvi: Hayat-o-Karnamay, Modern Publishing House, New Delhi, 2006.

☆☆☆☆☆